AMO

موضوعات:

یوٹیوب اور اسلامی چینلز

چلیے جہاد کرتے ہیں

یہ بچوں کو کیوں نہیں پڑھاتے؟

ملاذ کرد کی جنگ

ہندی مسلمان سمجھیں

یہ نیزہ دوسروں سے الگ ہے

اسلامی ریاست

اور بھی بہت کچھ...

BY ABDE MUSTAFA OFFICIAL

عبد مصطفی آفیشل کے بارے میں

عبد مصطفی آفیشل ایک اسلامی تنظیم ہے جو اہل سنت و جماعت کے منہج پر کام کر رہی ہے۔ اس تنظیم کا مقصد قرآن و سنت کی تعلیمات کو عام کرنا ہے اور خدمت خلق بھی اسی مقصد کے تحت ہے۔

سَنَہ 2014 عیسوی میں ہندستان کے شہر ہزاری باغ سے چند لوگوں نے مل کر اس سفر کا آغاز کیا پھر آگے چل کر کئی لوگ اس میں شامل ہوتے گئے اور بہت ہی قلیل مدت میں عبد مصطفی آفیشل ایک تنظیم بن کر سامنے آئی۔

آغاز اس طرح ہوا کہ لوگوں میں علم کی کمی اور اعمال سے دوری کو دیکھتے ہوئے ہفتہ وار اجتماعات کا اہتمام کیا گیا جس میں ہر ہفتے الگ الگ گھروں میں محفلیں سجائی جاتیں پھر علمی اور اصلاحی بیانات دیے جاتے اور اس کے لیے علمائے اہل سنت کو مدعو کیا جاتا تھا۔

کئی مہینوں بلکہ ایک سال سے زائد یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ یادگار ایام کی مناسبت سے جلسے کروانا، میلاد النبی کے جلوس کا اہتمام کرنا اور خلق کی خدمت بھی جاری رہی۔

اس کے بعد ہم نے الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے تیزی سے پھیل رہی برائیوں کو دیکھا تو محسوس ہوا کہ اس میدان میں بھی اترنے کی سخت ضرورت ہے اور پھر اپنے مقصد کے حصول کے لیے ہم نے اس طرف رخ کیا۔ مختلف سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹس اور اپلی کیشنز پر جب کام شروع کیا گیا تو بہت ہی کم وقت میں بڑھتی مقبولیت کو دیکھ کر اس کا یقین ہو گیا کہ اس میدان میں کام کرنا کتنا ضروری ہے۔

اس کے لیے ہم نے فیس بک، واٹس ایپ، بلاگر اور بعد میں ٹیلی گرام، انسٹاگرام، یوٹیوب اور ویب سائٹ کو ذریعہ بنا کر لوگوں تک پہنچنے کی کوشش کی۔

تنظیم سے منسلک ہر شخص کی پر خلوص کاوشوں نے بہت جلد اپنا رنگ دکھایا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ نام "عبد مصطفی آفیشل" ہزاروں لوگوں نے جان لیا۔

اس تنظیم کی جانب سے:

علمی، تحقیقی اور اصلاحی تحریروں کو عام کیا جاتا ہے تا کہ لوگوں کے عقائد و نظریات اور اعمال کی اصلاح ہو سکے،

تحقیقی موضوعات پر رسالے ترتیب دیے جاتے ہیں،

کتب ورسائل کو ٹیلی گرام کے ذریعے عام کیا جاتا ہے،

تحریرات اور رسائل کو چند مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے عام کیا جاتا ہے تا کہ زیادہ لوگوں تک پیغام پہنچایا جا سکے،

واٹس ایپ پر سیکڑوں گروپوں میں لوگوں کو جوڑ کر مختلف موضوعات پر تحریریں وغیرہ بھیجی جاتی ہیں،

یوٹیوب پر ویڈیوز ریکارڈ کر کے اپلوڈ کی جاتی ہیں،

انسٹا گرام پر تصویریں اپلوڈ کی جاتی ہیں جو آیات، احادیث اور اقوال پر مشتمل ہوتی ہیں،

ویب سائٹ پر علمی مواد کو جمع کیا جاتا ہے تا کہ آسانی سے لوگ فائدہ اٹھا سکیں،

ان کے علاوہ سنیوں کے آپس میں نکاح کے لیے ایک سروس بنام "ای نکاح سروس" شروع کی گئی ہے جہاں پورے ہندستان سے نکاح کے لیے سنی لڑکے اور لڑکیوں کی پروفائلز بنائی جاتی ہیں تا کہ لوگ آسانی سے رشتہ تلاش کر سکیں۔ اب تک اہل سنت کے لیے کوئی خاص ایسی سروس موجود نہیں تھی۔ اللہ کی توفیق سے ہمیں اس پر بھی کام کرنے کا موقع ملا۔

یہ سفر جاری ہے اور ہر دن یہ کوشش کی جاتی ہے کہ اسے پہلے سے بہتر بنایا جائے اور بڑے سے بڑے پیمانے پر کام کیا جائے۔

ان شاء اللہ یہ کوششیں اس تنظیم کے ساتھ مل کر کام کرنے والوں کے لیے مغفرت کا ذریعہ ہوں گی اور اس دن جب لوگوں کے اعمال ظاہر ہوں گے اور حساب و کتاب ہو گا تو یہ آج کا کام اس دن کے لیے آرام ہو گا، ان شاء اللہ۔

عبد مصطفی آفیشل

Contents

یوٹیوب اور اسلامی چینلز

یوٹیوب پر اسلامی چینلز چلانا اچھا کام ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ جائز و ناجائز کی تمیز کیے بغیر جو چاہے کیا جائے۔
اکثر چینلز چلانے والے پیسوں کے لیے چینل کو منیٹائز (Monetize) کر دیتے ہیں یعنی گوگل (Google) کو اس بات کی اجازت دے دیتے ہیں کہ وہ دیکھی جانے والی وڈیوز (Videos) کے ساتھ اشتہارات (Ads) بھی دکھا سکے۔ اس کے بعد گوگل گندے اور فحش اشتہارات دکھانا شروع کر دیتا ہے۔ انھی اشتہارات کے پیسے چینل چلانے والے کو دیے جاتے ہیں۔

اب اگر غور کیا جائے تو ایک کم علم رکھنے والا مسلمان بھی اسے جائز نہیں کہے گا کیوں کہ یہاں بالکل واضح ہے کہ پیسے کس چیز کے دیے جا رہے ہیں۔
اگر آپ یوٹیوب کا استعمال کر کے لوگوں کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو کیجیے لیکن پہلے اپنی اصلاح کر لیجیے اور یہ ڈالر کا لالچ چھوڑ کر فقط دین کے لیے کام کریں۔

اللہ تعالی اسلامی چینلز چلانے والوں کو اس "ناجائز کمائی" سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عبد مصطفی

مال اور وقت برباد، اسکول اور کالج آباد

آپ کو اچھا لگے یا نہ لگے لیکن مال اور وقت کی بربادی کا دوسرا نام اسکول اور کالج ہے۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم علم حاصل کرنے کے خلاف ہیں تو آپ کو ہماری باتیں سمجھ نہیں آئیں گی۔ آپ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ علم حاصل کرنے کے لیے ہم اسکول اور کالج کے محتاج ہیں تو بھی آپ کو ہماری باتیں سمجھ نہیں آئیں گی۔

ہم ایک ایسی حقیقت پر سے پردہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں جس پر کئی پردے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں اب ایک عجیب ماحول بن چکا ہے کہ جس کام کو لوگ کثرت سے کرتے ہیں یا کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں، ہمیں بھی وہی کرنا ہے اور وہی ضروری ہے۔

اسکول اور کالج میں بچوں کی آدھی زندگی بیت جاتی ہے لیکن حاصل کیا ہوتا ہے؟ یہ آپ خود دیکھیں تو معلوم ہو جائے گا۔

ہم نے کئی پڑھا کو دیکھے ہیں جنھوں نے اسکول اور کالج کے ہزاروں چکر لگائے ہیں لیکن انھوں نے علم حاصل نہیں کیا۔ یہ آپ سمجھتے ہیں کہ اسکول اور کالج ہی علم حاصل کرنے کا ذریعہ ہے لیکن حقیقت میں ایسا کچھ نہیں ہے۔

جب اسکول اور کالج کا نام و نشان نہیں تھا، اس وقت ایسے ایسے لوگ موجود تھے جن کے بارے میں پڑھ کر یہ کہنا بالکل صحیح ہو گا کہ سیکڑوں اسکول اور کالج کے مقابلے میں وہ اکیلے کافی تھے۔ دراصل وہ علم حاصل کرتے تھے اور ہم بس رسم (Formality) ادا کر رہے ہیں اور اسے ضروری بھی سمجھ رہے ہیں۔

علم حاصل کرنے کے لیے عمر کیا ہونی چاہیے؟ وقت کتنا لگنا چاہیے؟ مال کتنا خرچ ہونا چاہیے؟ اگر وقت اور پیسے زیادہ لگ رہے ہیں تو علم کون سا اور کتنا حاصل ہونا چاہیے؟ ان باتوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں تو لگائیں اور دیکھیں کہ آپ اسکول اور کالج میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں یا اپنا اور اپنے بچوں کا وقت برباد کر رہے ہیں۔

عبد مصطفی

بچے پر ظلم

جس بچے نے صحیح سے بولنا بھی نہیں سیکھا، جس کا ذہن ابھی تیاری کے مرحلے میں ہے، جس کی سمجھ نے ابھی اڑنے کے لیے پنکھ ہی پھیلائے ہیں اسے اسکول جیسے قید خانے میں بھیجنا، اس پر ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

درجن بھر کتابیں اور کاپیاں،

اوپر سے کئی موضوعات کو ایک ساتھ پڑھنا،

اوپر سے تمام اساتذہ کا خوف،

اوپر سے ماں باپ، بھائی بہن کے طعنے،

فیل ہونے کا ڈر،

مار کھانے کا ڈر...

اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن کے بوجھ تلے دب کر بچے کی خواہشیں، اس کی قابلیت، اس کا ذہن اور بالآخر اس کی زندگی دم توڑ دیتی ہے۔

ہر گھنٹے ایک طالب علم (Student) خودکشی کرتا ہے، اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ یہ کتنا بڑا المیہ ہے جس کی طرف ہم توجہ نہیں دے رہے ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ خودکشی کرنے والوں میں اگلا نام آپ کے بچے کا ہو لہٰذا اس پر توجہ دیں۔

بچوں کو اسکول اور کالج سے دور رکھیں۔ بچوں کو قابل بنائیں، انھیں علم دیں لیکن اس رسمی پڑھائی سے دور رکھیں۔ چار لوگ ضرور چالیس قسم کی باتیں کہیں گے لیکن آپ کو ان کے حساب سے نہیں چلنا ہے بلکہ اپنی راہ خود بنانی ہے۔

عبد مصطفی

جنتی حور کے بارے میں بھی سوچیے

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالی ایک جوان لڑکے کو کچھ لکھوا رہے تھے کہ ایک حسن و جمال کی ملکہ سامنے سے گزری؛ وہ جوان لڑکا نظریں چرا چرا کر اس لڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔
حضرت ذوالنون مصری نے دیکھ لیا اور اس لڑکے کی گردن پھیر کر یہ شعر کہا:

دع المصوغات من ماء وطين

واشغل هواك بحور خرد عين

"پانی اور مٹی سے بنی عورتوں کو چھوڑ اور اپنے عشق اور خواہش کو اس حور کا متوالا بنا جو کنواری ہے اور موٹی آنکھوں والی ہے۔"
(ذم الھوی لابن جوزی)

پیار پیار کا جاپ جپنے والوں کو کبھی جنتی حوروں کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے جو اس دنیا کی عورتوں کی طرح نہیں کہ آپ کو دھوکا دے، آپ کو پریشان کرے یا آپ سے آپ کے مال کی وجہ سے محبت کرے۔
اس چار دن کی زندگی میں پیار محبت کے علاوہ اور بھی بہت سے کام ہیں جنھیں کر کے آپ اپنی دائمی دنیا یعنی آخرت کو سنوار سکتے ہیں ورنہ یہ "دو دن والا پیار" آپ کو دائمی مصیبت میں ڈال ڈے گا۔

عبد مصطفی

گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ قیامت میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ایک عبادت گزار شخص کو ایک لڑکی سے عشق ہو گیا۔ ان کے عشق کا پورے شہر میں چرچا ہو گیا۔ ایک دن لڑکی نے کہا کہ اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔ لڑکے نے کہا کہ اللہ کی قسم میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔ لڑکی نے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ اپنا منہ تمھارے منہ پر رکھوں۔ اس نے بھی کہا کہ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ لڑکی نے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ اپنا سینہ تمھارے سینے سے لگاؤں اور اپنا پیٹ تمھارے پیٹ سے لگاؤں۔ اس نے کہا کہ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔

لڑکی نے کہا کہ پھر تمھیں کس نے روکا ہے؟ اللہ کی قسم یہی تو محبت کا موقع ہے تو اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِیۡنَ ؕ (67:43)

اس (قیامت کے) دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے سوائے پرہیز گاروں کے۔

پھر وہ کہنے لگا کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ تمھاری اور میری دوستی قیامت کے دن دشمنی میں بدل جائے۔ لڑکی نے کہا کہ ہمارا رب ہماری توبہ قبول کر لے گا لہذا ہم توبہ کر لیں گے۔ اس نے کہا کہ کیوں نہیں لیکن مجھے اس کا اطمینان نہیں ہے کہ مجھے اچانک موت نہ آ جائے۔

پھر وہ اٹھا اور اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور پھر دوبارہ کبھی اس لڑکی کے پاس نہ گیا اور اپنی عبادت میں مصروف ہو گیا۔

(ذم الھوی لابن جوزی ملخصًا)

نوجوانو! اگر تمھیں کسی سے پیار ہوا ہے اور تمھارا پیار سچا ہے تو کیا تم یہ پسند کروگے کہ چند دنوں کی دنیا کے بعد قیامت میں تمھارا محبوب تمھارا دشمن ہو جائے؟ کیا یہ اچھا ہو گا کہ آج تم اسے حاصل کر لو لیکن ہمیشہ کے لیے کھو دو؟ نہیں ہر گز نہیں!

ایک سچا عاشق تو یہ چاہے گا کہ میں اپنے محبوب کو ہمیشہ کے لیے حاصل کر لوں اور اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ تقوی کو نہ چھوڑا جائے اور گناہوں سے بچا جائے۔ آپ کو جس سے محبت ہوئی ہے اس سے نکاح کر لیجیے، یہی سب سے بہترین حل ہے۔ اس سے آپ کو یہاں بھی فائدہ ہو گا کہ آپ کا محبوب آپ کی نظروں کے سامنے ہو گا اور آپ کا تقوی بھی سلامت رہے گا اور وہاں بھی آپ اپنے محبوب کو محبوب ہی پائیں گے نہ کہ دشمن!

اگر نکاح نہ ہو پائے تو کوئی ایسا کام نہ کریں جو آپ کے محبوب کو آپ سے ہمیشہ کے لیے دور کر دے۔ اگر آپ نے اپنا دامن گناہوں سے خالی رکھا تو یقین جانیے کہ اللہ تعالی ہر شے پر قادر ہے، وہ آپ کے دامن کو آپ کی مرادوں سے بھر دے گا۔

عبد مصطفی

چلیے جہاد کرتے ہیں

جہاد کے بارے میں دس لوگوں سے بات کیجیے تو بیس قسم کے نظریے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے تو کوئی کچھ، جسے جو پسند آتا ہے بول دیتا ہے۔

ایک گروہ کا کہنا ہے کہ ہندستان میں جہاد ہو ہی نہیں سکتا اور وہ اس انداز سے بتاتے ہیں کہ محسوس ہوتا ہے وہ مسلمانوں سے یہ کہ رہے ہیں کہ ہمیں تو جہاد کرنا ہی نہیں ہے لہذا غفلت کی نیند کا مزا لیجیے اور جہاں تک ہو سکے امن امن کا ورد کرتے رہیں۔ اس کے بر عکس ایک گروہ اتنا جذباتی ہے کہ وہ بات بات پر جہاد کرنے کے لیے تیار رہتا ہے اور اس چکر میں خود بھی نقصان اٹھاتا ہے اور ان کے چکر میں بھولے بھالے مسلمانوں کی زندگی بھی برباد ہو جاتی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں۔ جہاد کے باب کو بالکل الگ کر دینا بھی صحیح نہیں ہے اور اسے بالکل کھانا پینا بنا لینا بھی صحیح نہیں ہے بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک بیچ کا راستہ ہے جس میں اعتدال ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم جذبات کو کہیں الگ رکھ کر فیصلہ کریں کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔

جو کہتے ہیں کہ ہندستان میں ہم اپنی طرف سے پہل نہیں کر سکتے، وہ بھی یہ مانتے ہیں کہ جب ہم پر حملہ ہو گا تو اپنے دفاع کے لیے لڑنا فرض ہو گا اور جو بات بات پر جہاد کو بیچ میں لاتے ہیں وہ تو مانتے ہی ہیں کہ ہمیں لڑنا ہو گا اور ان دونوں صورتوں میں ایک بات مشترک ہے کہ جنگ کا ہونا یقینی ہے، اب چاہے پہلے حملہ کیا جائے یا دفاع کے لیے لڑا جائے۔ اب جب اس بات پر سب متفق ہیں کہ "ہمیں لڑنا ہے" تو اب جنگ کی تیاری ضروری ہے اور یہی وہ نکتہ ہے جسے دونوں نظر انداز کر رہے ہیں۔

یہ جو دو گروہوں کی بات ہم نے کی تو دونوں ہی مسلمانوں کا بھلا چاہتے ہیں۔ ایک یہ چاہتا ہے کہ مسلمان خود کو ایسی جنگ کی آگ میں نہ جھونکیں جن کی انھیں سکت نہیں اور ایک یہ چاہتا ہے کہ ہم ظالموں اور کافروں کا نام ہی مٹا دیں تاکہ مظلوموں اور مسلمانوں کو چین کی سانس میسر ہو سکے۔ ان دونوں میں اگر پہلے والے کی بات پر اس طرح عمل کیا جائے کہ ہمارے ساتھ جو بھی ہو، ہم خاموشی اختیار کریں اور امن امن کے علاوہ کچھ نہ کریں تو بھی غلط ہو گا اور اگر دوسرے گروہ کا کہنا مان کر جہاد کے لیے فوری طور پر اتر آئیں تو بھی بہت برے نتائج سامنے آئیں گے کہ کروڑوں مسلمانوں کی جان و مال کو شدید نقصان پہنچایا جائے گا۔ اب سوال آتا ہے کہ ہم کیا کریں؟ تو جواب یہی ہے کہ جنگ کی تیاری کریں۔

آج ہم جنگ میں پہل نہیں کر سکتے کیوں کہ ہمارے پاس طاقت نہیں ہے تو جب ہم پر حملہ ہو گا تب ہم طاقت کہاں سے لائیں گے، اس وقت بھی تو ہمیں جنگ ہی کرنی ہو گی۔ آج بھی حملے ہو رہے ہیں جس کا جواب دینا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ ہمارے بھائیوں کا خون بہ رہا ہے، ہم کچھ نہیں کر سکتے، عورتوں کی عزت کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے لیکن ہم لاچار بنے بیٹھے ہیں، مسلمانوں کی جانیں جا رہی ہیں لیکن ہم اپنے شہیدوں کا انتقام نہیں لے سکتے۔

اب ضرورت ہے کہ بنا کسی کے بتائے معاملات کو سمجھ جائیں اور مستقبل میں پیش آنے والے حالات کو بھانپ لیں اور غفلت کی نیند نہ سوئیں اور نہ جذبات میں آ کر کوئی قدم اٹھائیں، بس وہ کریں جو اچھا ہو، جس سے فائدہ ہو؛ یقین جانیے کہ اگر ہر مسلمان اپنا بہتر دکھائے اور دنیا کی رنگینیوں سے نکل کر کفر کی تاریکیوں میں شمع روشن کرے تو آنے والی نسلیں ضرور ایک نیا سورج دیکھیں گی۔

عبد مصطفی

مہمان نوازی

مہمان کبھی بھی آسکتے ہیں۔ آج کل تو فون کر کے آتے ہیں لیکن ہم ایسے مہمانوں کی بات کر رہے ہیں جو اچانک ٹپک سکتے ہیں۔ مہمان نوازی کے لیے سامان کی ضرورت پڑتی ہے اور مہمان نوازی میں دیر نہ ہو اس لیے ہم سامان تیار رکھتے ہیں۔ اگر مہمان جلدی میں ہو تو پکوان نہیں بناتے بلکہ کسی تیار شدہ چیز سے کام چلاتے ہیں اور اگر وہ بھی نہ ہو تو ذلت کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیاری کا ہونا بہت ضروری ہے۔ آپ مہمانوں کے لیے سامان جمع کر کے رکھیں تاکہ وہ خالی پیٹ جانہ سکیں۔ اتنا سامان رکھیں کہ کھانے کے بعد مہمان جانے کے لائق بھی نہ بچے! مہمان نوازی بہت ضروری ہے۔

مسلمانوں نے مہمان نوازی پر دھیان دینا چھوڑ دیا ہے اور اسی وجہ سے ہمیں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مہمان آتے ہیں اور ہمارے پاس سامان نہیں ہوتا اور وہ اتنی جلدی میں ہوتے ہیں کہ تیاری کا وقت تک نہیں ملتا۔ ہم تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ مہمان نوازی کے لیے ہر وقت تیار رہیں۔

اگر آپ کو ہماری باتیں سمجھ میں نہیں آئیں تو جلدی سے سمجھنے کی کوشش کریں ورنہ جب مہمان آجائے گا تو سمجھنے اور سمجھانے کا موقع نہیں ملے گا۔

عبد مصطفی

میری بیٹی کی شادی ہے

آئے دن مسجدوں میں، سڑکوں پر اور گلی کوچوں میں ایسے لوگ دیکھنے کو ملتے ہیں جو اپنی بیٹی یا اپنی بہن کی شادی کے لیے پیسے مانگ رہے ہوتے ہیں۔ یہ کیا ڈرامہ ہے؟ مطلب حد ہو گئی ہے۔ لڑکے والے تو بے شرم ہیں ہی کہ جہیز کے لیے مجبور کرتے ہیں لیکن لڑکی والوں کو بھی شرم نہیں آتی۔

اب یہ مت پوچھیے گا کہ لڑکی والے بے شرم کیسے ہوئے؟
اگر کوئی اچھا پڑھا لکھا، سمجھدار اور دین دار لڑکا ملتا ہے جو جہیز نہیں مانگتا تو ان لڑکی والوں کو اور لڑکی کو پسند ہی نہیں آتا اوپر سے عجیب عجیب باتیں نکالتے ہیں کہ لگتا ہے لڑکے میں کچھ کمی ہے!
اگر کوئی شادی شدہ لڑکا دوسری شادی کے لیے ان غریب لڑکی والوں سے "صرف لڑکی" مانگتا ہے تو ایسا کرتے ہیں جیسے لڑکی قتل کرنے کے لیے مانگی ہو!

بھیک مانگ کر ایسے لڑکے سے شادی کریں گے جو داڑھی منڈاتا ہو، فلمیں دیکھتا ہو، پینٹ شرٹ پہنتا ہو اور ایک لاکھ ساتھ میں گاڑی کا مطالبہ بھی کرے لیکن ایسے لڑکے کو نہیں دیں گے جو داڑھی رکھتا ہو اور دین دار ہو کیوں کہ اس کا قصور یہ ہے کہ اس نے ایک شادی کر رکھی ہے۔ دوسری شادی کو ایک جرم سمجھا جاتا ہے اور پھر دھوم دھام کی تو بات ہی مت کیجیے، چاہے گھر میں کھانے کو نہ ہو لیکن دھوم دھام سے شادی ضرور کریں گے تاکہ ناک نہ کٹ جائے۔

قرضہ لے کر اور بھیک مانگ کر سیکڑوں لوگوں کو کھانا کھلانا کہاں لکھا ہے؟ کیا بنا دعوت کے شادی نہیں ہو سکتی؟ کیا بغیر باجے، بغیر لائٹ، بغیر ٹینٹ اور بغیر مہنگے کپڑوں کے نکاح نہیں ہو سکتا؟ پھر کیوں یہ ڈرامہ بنا رکھا ہے؟

شادی کو آسان کیجیے، دوسری شادی کو عام کیجیے تاکہ یہ بھیک مانگنے کا ڈرامہ بند ہو۔ لڑکی والوں کو آگے بڑھنا ہوگا اور اگر کوئی ایسا لڑکا ملے جو دین دار ہو اگرچہ شادی شدہ ہو تو اسے اپنی لڑکی دینے میں سوچے مت کیوں کہ یہ کوئی جرم نہیں ہے یا کوئی غلط بات نہیں ہے۔ اگر چار شادیاں عام ہو جائیں تو شادیاں خود بہ خود آسان ہو جائیں گی۔

لڑکوں کو بھی چاہیے کہ اپنی سوچ کو بدلیں اور لڑکی والوں سے پیسے، گاڑی وغیرہ کا مطالبہ کرنے کے بجائے یہ ڈیمانڈ رکھیں کہ آپ کو اور آپ کی لڑکی کو میری دوسری، تیسری بلکہ چوتھی شادی سے کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے تب ہی یہ شادی ہوگی۔ اس سے آپ کے لیے دوسری شادی کا راستہ آسان ہوگا اور شادیاں آسان ہو جائیں گی۔ کسی باپ کو اپنی بیٹیوں کے لیے بھیک نہیں مانگنی ہوگی، کسی بھائی کو چندہ اکٹھا نہیں کرنا پڑے گا بلکہ ایک مرد چار عورتوں کا شوہر ہوگا اور وہ کسی چار غریب باپ کی بیٹی یا چار غریب بھائیوں کی بہن ہوگی۔

عبد مصطفی

مرنے والا پہلا کافر

ماہ رجب سَنَہ 2ھ میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالی عنہ کو امیر لشکر بنا کر ان کی ماتحتی میں آٹھ یا بارہ مہاجرین کا ایک جُتھ روانہ فرمایا، دو دو آدمی ایک ایک اونٹ پر سوار تھے۔ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالی عنہ کو لفافہ میں ایک مہر بند خط دیا اور فرمایا کہ دو دن سفر کرنے کے بعد اس لفافہ کو کھول کر پڑھنا اور اس میں جو ہدایات لکھی ہوئی ہیں ان پر عمل کرنا۔ جب خط کھول کر پڑھا تو اس میں یہ درج تھا کہ تم طائف اور مکہ کے درمیان مقام "نخلہ" میں ٹھہر کر قریش کے قافلوں پر نظر رکھو اور صورت حال کی ہمیں برابر خبر دیتے رہو۔ یہ بڑا ہی خطرناک کام تھا کیوں کہ دشمنوں کے عین مرکز میں قیام کر کے جاسوسی کرنا گویا موت کے منھ میں جانا تھا مگر یہ سب جاں نثار بے دھڑک مقام "نخلہ" پہنچ گئے۔

عجیب اتفاق ہے کہ رجب کی آخری تاریخ کو یہ لوگ نخلہ میں پہنچے اور اسی دن کفار قریش کا ایک تجارتی قافلہ آیا جس میں عمرو بن الحضرمی اور عبد اللہ بن مغیرہ کے دو لڑکے عثمان و نوفل اور حکم بن کیسان وغیرہ تھے اور اونٹوں پر کھجور اور دوسرا مال تجارت لدا ہوا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اگر ہم ان قافلہ والوں کو چھوڑ دیں تو یہ لوگ مکہ پہنچ کر ہم لوگوں کی یہاں موجودگی سے مکہ والوں کو باخبر کر دیں گے اور ہم لوگوں کو قتل یا گرفتار کرا دیں گے اور اگر ہم ان لوگوں سے جنگ کریں تو آج رجب کی آخری تاریخ ہے لہذا شہر حرام (حرمت کے مہینے) میں جنگ کرنے کا گناہ ہم پر لازم ہو گا۔ آخر یہی رائے قرار پائی کہ ان لوگوں سے جنگ کر کے اپنی جان کے خطرہ کو دفع کرنا چاہیے۔

چناں چہ حضرت واقد بن عبد اللہ تمیمی رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک ایسا تاک کر تیر مارا کہ وہ عمرو بن الحضرمی کو لگا اور وہ اسی تیر سے قتل ہو گیا اور عثمان و حکم کو ان لوگوں نے گرفتار کر لیا، نوفل بھاگ نکلا۔ حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالی عنہ اونٹوں اور ان پر لدے ہوئے مال و اسباب کو مال غنیمت بنا کر مدینہ لوٹ آئے اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ پیش کیا۔ (زرقانی علی المواہب، ج1، ص398)

جو لوگ قتل یا گرفتار ہوئے وہ بہت ہی معزز خاندان کے لوگ تھے۔ عمرو بن الحضرمی جو قتل ہوا عبد اللہ حضرمی کا بیٹا تھا۔ عمرو بن الحضرمی پہلا کافر تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جو لوگ گرفتار ہوئے یعنی عثمان اور حکم، ان میں سے عثمان تو مغیرہ کا پوتا تھا جو قریش کا ایک بہت بڑا رئیس شمار کیا جاتا تھا اور حکم بن کیسان ہشام بن المغیرہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس بنا پر اس واقعہ نے تمام کفار قریش کو غیظ و غضب میں آگ بگولہ بنا دیا اور "خون کا بدلہ خون" لینے کا نعرہ مکہ کے ہر کوچہ و بازار میں گونجنے لگا اور در حقیقت جنگ بدر کا معرکہ اسی واقعہ کا رد عمل ہے۔ چناں چہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ جنگ بدر اور تمام لڑائیاں جو کفار قریش سے ہوئیں ان سب کا بنیادی سبب عمرو بن الحضرمی کا قتل ہے جس کو حضرت واقد بن عبد اللہ تمیمی رضی اللہ تعالی عنہ نے تیر مار کر قتل کر دیا تھا۔ (تاریخ طبری ص1284)

(سیرت مصطفی، ص208،209)

عبد مصطفی

اگر آپ کہیں تو سمند میں کود پڑیں

ماہ رمضان، سنہ 2ھ... ایک لشکر مدینے سے روانہ ہوا... لشکر میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم جلوہ فرما ہیں... نہ زیادہ ہتھیار، نہ زیادہ فوجی اور نہ زیادہ راشن ہے۔ اچانک راستے میں معلوم ہوتا ہے کہ دشمن حملہ آور ہونے والے ہیں اور ایک بڑی جنگ سامنے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کو جمع کیا اور صورت حال سے آگاہ کیا کہ ممکن ہے اس سفر میں کافروں سے جنگ کی نوبت آجائے۔

صحابہ میں سے حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم اور دوسرے مہاجرین نے جوش و خروش کا اظہار کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں انصار کے چہروں پر تھی کیوں کہ انصار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا عہد کیا تھا کہ وہ اس وقت تلوار اٹھائیں گے جب کفار مدینے پر چڑھ آئیں گے اور یہاں مدینے سے باہر نکل کر جنگ کرنے کا معاملہ تھا۔

انصار میں سے ایک قبیلے کے سردار حضرت سعد بن عبادہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں کو دیکھ رہے تھے، کہنے لگے:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ کا اشارہ ہماری طرف ہے؟ ہم وہ جاں نثار ہیں کہ اگر آپ کا حکم ہو تو ہم سمندر میں کود پڑیں!

پھر ایک اور قبیلے کے سردار حضرت مقداد بن اسود نے جوش میں آکر عرض کی:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ سے وہ نہیں کہیں گے جو حضرت موسی علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑے بلکہ ہم لوگ آپ کے دائیں سے، بائیں سے، آگے سے اور پیچھے سے لڑیں گے۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا پھر جو جنگ ہوئی اسے جنگ بدر کہا جاتا ہے۔ کافروں کو منہ کی کھانی پڑی اور مسلمانوں کو اللہ تعالی نے فتح عطا فرمائی۔

(سیرت مصطفی، علامہ عبد المصطفی اعظمی)

عبد مصطفی

تکنیک نے ہمیں کیا بنا دیا!

یہ دور تکنیک کا دور ہے۔ مشکل سے مشکل کام کو تکنیک کے ذریعے آسانی سے انجام دیا جارہا ہے۔ اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تکنیک سے لوگوں کو کافی فائدہ ہوا ہے اور انتہائی درجے کی سہولتیں فراہم ہوئی ہیں لیکن اس سے جو نقصان ہوا ہے وہ بھی بہت بڑا ہے۔

سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ لوگوں کے ذہنوں میں شارٹ کٹ کا ایک کیڑا پیدا ہو چکا ہے جو ہر جگہ، ہر کام میں شارٹ کٹ تلاش کرتا ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ لوگ ایک حدیث سننے کے لیے مہینوں سفر کرتے تھے، ایک کتاب کو لکھنے میں سالوں گزار دیتے تھے، سفر حج میں مہینوں لگا دیتے تھے اور بھی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر جدوجہد کا جذبہ کمال درجے کا تھا۔ ایک آج کا دور ہے کہ لوگ زیادہ وقت لگا کر لکھنے کے بجائے کاپی پیسٹ کرنا پسند کرتے ہیں، یوٹیوب پر کسی کی تقریر سنتے وقت اگر لگتا ہے کہ وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہا ہے تو اسے سپیڈ کر کے سنتے ہیں، اگر نیٹ ورک کی وجہ سے ایک میسج جانے میں دیر کرے تو ہم موبائل کے سسٹم کو ہلا دیتے ہیں، اگر لائٹ چلی جائے تو ہمارا دم گھٹنے لگتا ہے اور مختصر یہ کہ تکنیک کے بھروسے ہماری آدھی سے زیادہ زندگی ہے۔

پہلے لوگوں کے پاس موبائل، کمپیوٹر، انٹرنیٹ، ٹی وی اور فیس بک، واٹس ایپ وغیرہ نہیں تھا تو وہ اپنی عقل کو مستقبل کے لیے خرچ کرتے تھے۔ ان کی زندگیوں کو پڑھنے کے بعد جب ہم اپنی زندگی کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کام اپنے آنے والی نسلوں کے لیے ہوتا تھا اور ہمارا صرف اپنا ٹائم پاس کرنے کے لیے ہوتا ہے،

وہ جدوجہد کرنے والے تھے، ہم شارٹ کٹ چاہتے ہیں،

وہ آسمان سے تارے توڑ لانے کا جذبہ رکھتے تھے اور ہم چاہتے ہیں کہ ہوم ڈلیوری کا کوئی آپشن ہو،

وہ جنگ کے لیے تیار رہتے تھے، ہم امن امن کا گیت گاتے ہیں،
ان کا نام سن کر بڑے بڑے بادشاہ کانپتے تھے اور ہمیں ایک کتا بھی ڈرا کر چلا جاتا ہے،
وہ اپنے شہیدوں کا انتقام لیتے تھے اور ہم اپنے شہیدوں کی لاش پر کھڑے ہو کر دشمنوں سے گلے ملتے ہیں،
وہ دشمنوں پر گھات لگا کر حملہ کرتے تھے اور ہم ٹویٹ کر کے دکھاتے ہیں کہ یہ تکنیک کا زمانہ ہے،
وہ زیادہ شادیاں کرتے، زیادہ بچے پیدا کرتے تا کہ مجاہدین کی تعداد میں اضافہ ہو اور ہم چوں کہ تکنیک کے مارے ہیں لہذا دو بچوں کو ڈاکٹر انجینئر بنانے کو ہی کامیابی سمجھتے ہیں۔

ابھی بس نہیں ہوا، ابھی بہت کچھ کہنے کو ہے۔ وہ میدان جنگ میں دشمنوں کے مقابلے کے لیے اتر کر اللہ تعالی سے دعا کرتے تھے اور آج ہم گھر میں ہی دعا کر کے فیس بک پر دوستوں سے آمین کہلوا لیتے ہیں،
وہ اپنے بچوں کو گھڑ سواری، تلوار بازی، تیر اندازی وغیرہ کی تعلیم دیتے تھے اور ہم بچے کو گاندھی بنا کر یہ بتاتے ہیں کہ کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال بھی...... کوئی حد بھی ہوتی ہے۔

پہلے دشمن آتے تھے امن کا معاہدہ کرنے اور اب ہم جاتے ہیں شانتی کا پروپوزل لے کر،
پہلے دشمنوں کو ہم سے پناہ مانگنی پڑتی تھی اور آج ہم ان سے اپنے حقوق مانگتے ہیں وہ بھی دھرنا دے کر اور جلوس نکال کر، کیا مذاق ہے۔
کہنے کو تو اور بھی بہت کچھ ہے لیکن چوں کہ یہ تکنیک کا زمانہ ہے اور لوگ زیادہ لمبی پوسٹ پڑھتے نہیں تو کہیں آپ اسکرول کر کے آگے نہ نکل جائیں اس لیے یہیں بس کرتے ہیں۔ بس...

عبد مصطفی

کیا حلوہ بدعت ہے

ایک دیوبندی مفتی کو سننا ہوا جو بیان کر رہا تھا کہ شب برات کا حلوہ بدعت اور شیطانی عمل ہے! یہ سن کر بہت زیادہ حیرت بھی نہیں ہوئی کیوں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ لوگ ایک عرصے سے مسلمانوں پر شرک و بدعت کے فتوے داغ رہے ہیں۔ مسلمان اگر کوئی نیک کام کر رہے ہیں تو بجائے ان کی حوصلہ افزائی کرنے کے یہ لوگ اپنے فتووں سے اسے نیکیوں سے دور کر کے ایک لمبی بحث میں پھنسا دیتے ہیں اور اپنے گمان کو ان پر زبردستی تھوپ کر حکم لگانا شروع کر دیتے ہیں۔
ویسے تو ان کا کہنا یہ ہوتا ہے کہ فتنہ سنیوں کی طرف سے پھیلایا جاتا ہے اور خود کو ایسا ظاہر کرتے ہیں جیسے "عالمی اتحاد کمیٹی" کے بانی یہی ہیں لیکن اصل میں یہی وہ لوگ ہیں جو فتنوں کو ہوا دیتے ہیں اور پھر جب ان کا تعاقب کیا جاتا ہے تو بھیگی بلی بن کر "امن امن" کا جاپ جپنے لگتے ہیں۔

شب برات کی فضیلت سے تو انھیں بھی انکار نہیں، اگر انکار ہے تو چند نیک کاموں سے جو سنی اس رات کرتے ہیں۔ حلوے کو ہی لے لیں تو حدیث میں مذکور ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پسند تھا اور پھر بخاری، کتاب النکاح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب سے نکاح فرمایا تو ام سلیم نے بطور ہدیہ کھجور، گھی اور پنیر کا حلوہ بنا کر حضرت انس کے ہاتھ بارگاہ رسالت میں بھیجا، حضرت انس جب وہ حلوہ لے کر سرکار کی بارگاہ میں حاضر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب لوگوں کو بلا لاؤ جب سب آگئے تو حضرت انس فرماتے ہیں:

فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم وضع يديه على تلك الحيسة وتكلم بهاماشاء الله... الخ

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اس کھانے پر اپنا دست اقدس رکھا اور جو اللہ کو منظور تھا آپ نے اس کے ساتھ کلام فرمایا پھر آپ نے دس دس آدمیوں کو کھانے کے لیے بلایا اور فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر اپنے سامنے سے کھاؤ۔

اس کے جواز میں کوئی شک نہیں لیکن پھر یہ کہا جاتا ہے کہ چوں کہ تخصیص کر دی گئی ہے لہذا بدعت ہو گئی، یہ بڑی عجیب بات ہے اور علمی خیانت بھی کہ تخصیص و تعین یہاں جو عرفی ہے اسے اس مذموم تخصیص و تعین کے ساتھ لے جا کر جوڑ دینا جس کا یہاں تصور ہی نہیں، ناانصافی نہیں تو اور کیا ہے۔ فرائض و واجبات کے اوقات اور جو تعداد شریعت مطہرہ نے مقرر کر دیے ہیں اس کی یہاں مثال دینا ہی غلط ہے کیوں کہ اس میں تقدیم و تاخیر اور اضافہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ تخصیص جس میں مطلق عمل کو عرف اور ضرورت کے مطابق متعین کیا جائے، اسے ہرگز بدعت نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ اس کا جواز روایات، فقہی جزئیات و اقوال صیحہ سے موجود و اظہر من الشمس ہے۔ اگر یہ بات بھی ان کی سمجھ میں نہ آئے تو یہ ہٹ دھرمی اور مسلمانوں سے کھلی دشمنی ہے کہ ان کی نیتوں، تاویلات اور وضاحت کے بعد بھی ان کو زبردستی بدعتی و جہنمی قرار دیا جائے۔

تخصیصات عرفیہ کو حدیث میں جائز فرمایا گیا ہے:

صوم یوم السبت لالک ولا علیک (مسند احمد بن حنبل)

"سنیچر کا روزہ نہ تجھے مفید ہے اور نہ تیرے لیے نقصان دہ ہے"

پھر اباحت اصلیہ بھی اپنی جگہ موجود اور مزید یہ کہ ایصال ثواب کی تفصیلات میں یہ امور شامل پھر یہ مانعین و معترضین کی جہالت ہے کہ "جواز خصوصی کے لیے دلیل خصوصی مانگتے ہیں اور منع خصوصی کے لیے دلیل خصوصی نہیں دیتے" یہ جواب دیں کہ جس سے یہ منع کرتے ہیں کیا اللہ و رسول نے اس سے منع فرمایا یا اپنی

طرف سے کہتے ہیں؟ اگر فرمایا تو کون سی آیات ہیں اور کہاں ہیں وہ احادیث؟ کہاں حلوا ممنوع ہے اور کہاں بدعت لکھا ہے؟ پھر اپنی طرف سے، اپنے گمان کو لوگوں پر چسپاں کر کے بدعتی قرار دینا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا یہ شریعت مطہرہ پر افترا نہیں!

اب انھوں نے شیطانی عمل کہا ہے تو دو جملے ہماری طرف سے بھی سن لیں اگرچہ تکلیف ہو گی لیکن شروعات بھی تو انھوں نے ہی کی ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ حلوے میں گھی ہوتا ہے اور گھی کتوں کو ہضم نہیں ہوتا تو بڑی بات ہو جائے گی کہ دیکھو کیسے الفاظ استعمال کیے ہیں حالانکہ خود مسلمانوں کے جائز اعمال کو شیطانی کام کہتے ہوئے شرم تک نہیں آئی پھر ایک بات یہ کہ امام غزالی نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے جو بدعت ظاہر ہوئی وہ پیٹ بھر کر کھانا ہے لہذا دیوبندیوں کو چاہیے کہ تھوڑا کم کھائیں تاکہ دماغ کو ہوا لگے اور مسلمانوں پر ایسی فتوے بازی سے باز آجائیں اور آخر یہ بقول امام زروق کہ "گندا گمان گندے دل سے ہی پیدا ہوتا ہے"۔

عبد مصطفی

کہاں گئے وہ لوگ

کہاں گئے وہ لوگ جن کے الفاظ سن کر آنسوؤں کی ندیاں جاری ہو جاتی تھیں،

کہاں گئے وہ لوگ جن کے وعظ سے لوگ بے ہوش ہو جاتے تھے،

کہاں گئے وہ لوگ جن کے کلام سے رقت طاری ہو جاتی تھی،

کہاں گئے وہ لوگ جن کی نصیحت سن کر بادشاہ بھی رونے لگتے تھے،

کہاں گئے وہ لوگ جو خوف خدا کی یاد دلانے والی آیات سنتے ہی دم توڑ دیتے تھے،

کہاں گئے وہ لوگ جن کی نظریں کسی کی تقدیر بدل دیتی تھیں،

کہاں گئے وہ لوگ جو گوشہ نشینی کو اس قدر پسند کرتے تھے کہ راز ظاہر ہونے پر کسی دوسری جگہ چلے جاتے تھے،

کہاں گئے وہ لوگ جو اجنبی بن کر لوگوں کے دلوں کو فتح کرتے تھے،

کہاں گئے وہ لوگ جن کے ایک جملے سے کسی کی اصلاح ہو جاتی تھی،

کہاں گئے وہ لوگ جن کے درس میں شامل ہونے والا وقت کا ولی بن جاتا تھا،

کہاں گئے وہ لوگ جن کی زیارت سے دل کو سکون حاصل ہوتا تھا،

کہاں گئے وہ لوگ جو بغیر قلم اور کاغذ تعلیم دیتے تھے اور دلوں پر عبارات نقش کرتے تھے،

کہاں گئے وہ لوگ جن کی نگاہیں دل سے دیکھتی تھیں،

کہاں گئے وہ لوگ جن کی نصیحت دل کو نرم کر دیتی تھی،

کہاں گئے وہ لوگ جن کے چہرے حق و باطل میں فرق کو ظاہر کر دیتے تھے،

کہاں گئے وہ لوگ جن سے فیض پانے والا عشق الٰہی کا راز پا لیتا تھا،

کہاں گئے وہ لوگ جو انسان کے جسم کے ساتھ اس کی روح کو زندہ کرتے تھے،

کہاں گئے وہ لوگ جن کی صحبت پا کر انسان اپنے نفس کو قابو کر لیتا تھا،

کہاں گئے وہ لوگ جن کی خدمت میں حاضر ہونے والا اپنے جسم سے مہنگے لباس کو اتار دیتا تھا،
کہاں گئے وہ لوگ جن کی تربیت سے باطن سنور جاتا تھا،
کہاں گئے وہ لوگ جن کے ذکر میں شامل ہونا پیاسے کو پانی سے عزیز ہوتا تھا،
کہاں گئے وہ لوگ جن کی ہر ادا اللہ کے قریب کرتی تھی،
کہاں گئے وہ لوگ جن کے الفاظ ہمارے تمام علوم کی تفسیر بیان کرتے تھے،
کہاں گئے وہ لوگ جن کے لیے انسان کی محبت خالق کی محبت تک پہنچنے کا ذریعہ تھی،
کہاں گئے وہ لوگ خود کو "کچھ بھی نہیں" سمجھتے تھے،
کہاں گئے وہ لوگ جنھوں نے سب کچھ قربان کر کے اللہ کی راہ کو اختیار کیا،
کہاں گئے وہ لوگ جنھوں نے اپنی پوری زندگی عشق الہی کی تلاش میں خرچ کر دی،
کہاں گئے وہ لوگ جن کی خانقاہوں کے باورچی مقام معرفت کو پہنچے ہوئے ہوتے تھے،
کہاں گئے وہ لوگ جن کے مدارس سے ایک انسان ایک مدرسہ بن کر نکلتا تھا،
کہاں گئے وہ لوگ جن کی باتیں کبھی کبھی کسی کو سمجھ نہیں آتی تھیں پر وہ باتیں پر اسرار ہوتی تھیں،
کہاں گئے وہ لوگ جو توحید کا جام پلاتے تھے،
کہاں گئے وہ لوگ جن کی کھائی قسم کو اللہ پورا فرما دیتا تھا،
کہاں گئے وہ لوگ...
کہاں گئے وہ لوگ...

عبد مصطفی

یہ بچوں کو کیوں نہیں پڑھاتے؟

حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے غزوات (یعنی جو جنگیں آپ نے لڑیں، وہ) ہمیں اس طرح پڑھائی جاتی تھی جیسے قرآن پاک کی سورتیں یاد کروائی جاتی ہیں!

اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص مدنی سے روایت ہے انھوں نے کہا ہے:
"ہمیں والد گرامی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے غزوات یاد کراتے تھے اور بار بار سناتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ میرے نور نظر! یہ تمھارے آباؤ اجداد کا شرف ہے، اس کے ذکر کو ضائع نہ کرو۔"

امام زہری سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا:
"غزوات کے علم میں دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔"

(سبل الھدی والرشاد، ج4، ص493 وضیاء النبی، ج3، ص259)

آج اس امت کے نوجوان خوب پڑھنے لکھنے کے بعد اس قابل بنتے ہیں کہ کسی کے یہاں نوکری کر سکیں! یہ کیا ہی بری پڑھائی ہے۔
پڑھائی تو یہ ہے کہ آیات کے ساتھ غزوات پڑھائے جائیں۔ ایک طرف آخرت میں کامیابی حاصل ہو گی اور دوسری طرف دنیا بھی قدموں میں ہو گی۔
آج جس طرح کی پڑھائی رائج ہے یہ ہمیں بس نوکر بنا سکتی ہے اور دوسروں کے قدموں تک پہنچا سکتی ہے لیکن جس پڑھائی کی بات ہم کر رہے ہیں وہ بالکل مختلف ہے۔

کثرت سے جلسے ہوتے ہیں، تقریریں بہت ہوتی ہیں، اشعار خوب پڑھے جاتے ہیں، نعرے بازی بھی جم کر ہوتی ہے، ماہنامے درجنوں کے حساب سے چھپتے ہیں لیکن پھر بھی ترقی ہمیں دکھائی نہیں دیتی بلکہ ایسا لگتا ہے کہ بس ایک رسم ادا کی جارہی ہے۔

اب ضرورت ہے کہ تعلیم میں آیات کے ساتھ غزوات کو رٹایا جائے۔ امت مسلمہ کے خون میں گرمی پیدا کی جائے۔ غفلت میں سوئے لوگوں کو مجاہد کی اذان سے اٹھایا جائے۔

عبد مصطفی

ارطغرل اور دیگر ترکی ڈرامے

ترکی ڈراموں کو عوام میں کافی پسند کیا جارہا ہے۔

ارطغرل، عثمان، سلطان عبد الحمید، کوت العمارہ اور یونس ایمرے ان میں کافی مشہور ہیں۔ ان ڈراموں میں اکثر کا تعلق خلافت عثمانیہ کی تاریخ سے ہے اور بعض کا تصوف سے ہے۔

ان ڈراموں کو ترکی سے اردو زبان میں ڈب بھی کیا گیا ہے اور سب ٹائٹل کے ذریعے دوسری کچھ زبانوں میں بھی موجود ہے۔

ان ڈراموں کو دیکھنے والوں میں صرف عوام ہی شامل نہیں بلکہ یہ دائرہ بڑھ کر علما کی جماعت تک پہنچ چکا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ کئی علمانہ صرف ان ڈراموں کو دیکھتے ہیں بلکہ لوگوں کو دیکھنے کی ترغیب بھی دیتے ہیں!

اگر جائز اور ناجائز کی بات کی جائے تو ان ڈراموں کو کسی طرح جائز نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ جس طرح فلموں میں میوزک، عورتیں اور عشق مجازی کی کہانیاں ہوتی ہیں وہ ان میں بھی موجود ہیں لیکن یہ باتیں بھی قابل ذکر ہیں کہ ان ڈراموں میں:

(1) اسلامی روایات کو فلمایا گیا ہے۔

(2) اسلامی ریاست کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

(3) جہاد کی ضرورت اور اہمیت دکھائی گئی ہے۔

(4) مظلوموں کے لیے اٹھ کھڑا ہونے اور ظالموں کے سامنے نہ جھکنے کا درس دیا گیا ہے۔

(5) شوق شہادت کے واقعات دکھائے گئے ہیں اور مجاہدین کی بہادری دکھائی گئی ہے۔

یہ بھی سچ ہے کہ ان ڈراموں کو دیکھنے والوں میں کافی تبدیلیاں آئی ہیں۔ جو امن کی بات کرتے تھے وہ بھی اب خون بہانے کی بات کرتے ہیں۔ جن کی زبان سے بزدلی بھرے کلمات نکلتے تھے وہ بھی مرنے مارنے کی بات کرتے ہیں۔ یہ فائدے اپنی جگہ ہیں لیکن پھر بھی انھیں دیکھنا جائز نہیں کہا جاسکتا ہے۔

ہاں یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ جو لوگ فلموں، فحش ڈراموں، نیوز چینلوں اور گندی وڈیوز سے بالکل نہیں بچتے تو انھیں چاہیے کہ ان ڈراموں کو دیکھیں تا کہ کچھ فائدہ ہو۔
یہ تو بالکل واضح ہے کہ یہ سب دیکھنا ناجائز ہے لیکن یہ جاننے کے بعد بھی جو لوگ ان سے نہیں رکتے تو بہتر ہے کہ ان ڈراموں کو دیکھیں۔

عبد مصطفی

دفع یا دفاع

مسلمانوں کے درمیان اتفاق و اتحاد کو قائم رکھنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے بھائیوں کو دفع کرنے کے بجائے ان کا دفاع کیا جائے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ مسائل کی مکمل چھان بین کیے بغیر اپنے بھائیوں پر دین و سمیت سے غداری کا الزام لگانا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ مسئلہ اگر فروعی ہے تو پھر اسی لحاظ سے بات کریں۔ اگر کوئی آپ کو شدت کی طرف لے جانے کی کوشش کرتا ہے تو آپ اس کا ہاتھ پکڑ کر چل دینے سے پرہیز کریں اور اپنے بھائی کا دفاع کریں۔

آج کل دیکھا جاتا ہے کہ کئی لوگ بات بات پر اپنے ہی سنی بھائیوں پر مسلک کی غداری کا الزام لگا کر اسے دفع کرنے کی خوب کوشش کرتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے جس کا اثر مسلمانوں کے اتحاد پر پڑتا ہے۔ اتحاد کی سخت ضرورت ہے ورنہ ٹکڑوں میں تقسیم ہو جانے والے اکثر برباد ہوتے ہیں۔
کئی مسائل علمی ہوتے ہیں جو عوام کی سمجھ سے باہر ہوتے ہیں تو مقررین اور واعظین کو بھی اس بات کا لحاظ کرنا چاہیے کہ ایسے مسائل کو مکمل وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔ اختلافی مسائل کی آگ عوام میں بھڑکا کر گھر میں سو جانے والے نہیں جانتے کہ یہ آگ اتحاد کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ ایک مسلمان دوسرے کا دشمن بن جاتا ہے۔ لوگ علما کی گستاخی پر اتر آتے ہیں۔ جو معتبر علما ہیں ان پر بھی اعتبار ڈگمگانے لگتا ہے۔

اسلاف کو پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس معاملے میں حد درجہ محتاط تھے۔ وہ کسی پر بھی حکم لگانے سے پہلے بھرپور تحقیق کرتے تھے۔ اگر کسی کے دفاع کی گنجائش موجود ہوتی تو اس کا دفاع کرتے تھے۔ ہمیں بھی اسی طریقے کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ یہ قول بھی آپ نے سنا ہو گا کہ کسی کے قول میں ننانوے جہتوں سے کفر ثابت ہوتا ہو اور ایک پہلو ایمان کا ہو تو ہمیں ممکن تاویل کرنی چاہیے جب تک کہ صریح کفر نہ ملے۔ یہ بھی مسلمانوں کو متحد رکھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے ورنہ دفع کرنا آسان ہے پر درست نہیں۔

امام غزالی لکھتے ہیں کہ دوست کی محبت بڑھانے میں یہ بات سب سے اہم ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں جب کوئی اس کی برائی بیان کرے یا اس کی عزت کے درپے ہو تو اس کا دفاع کیا جائے، اپنے دوست کی مدد و حمایت کے لیے کمر بستہ ہو جائے، اس بدگو کو خاموش کروایا جائے اور اس سے سخت کلام کیا جائے۔ ایسے وقت میں خاموش رہنا سینے میں کینہ اور دل میں نفرت پیدا کرتا ہے اور بھائی چارے کے حق میں کوتاہی ہے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے دو. مسلمانوں کو دو ہاتھوں کے ساتھ اس وجہ سے تشبیہ دی کہ ان میں سے ایک دوسرے کو دھوتا ہے، لہذا مسلمان کو چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرے اور اس کا قائم مقام بنے۔ (احیاء العلوم، جلد دوم)

عبد مصطفی

یہ نیزہ دوسروں سے الگ ہے

حضرت زبیر بن عوام کو جنگ میں ایک دشمن نے للکارا اور اس نے لوہے سے اپنے آپ کو ڈھک رکھا تھا اور صرف اس کی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ اس زمانے میں بلٹ پروف جیکٹ اسی طرح لوہے سے بنی ہوتی تھی جو تلوار کے وار سے بچاتی تھی۔

آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کی آنکھ میں ایسا نیزہ مارا کہ وہ اندر گھس گیا اور پھر آپ نے اسے نکالنے کی کوشش کی تو نہیں نکلا پھر آپ نے اس کے چہرے پر اپنا پاؤں رکھ کر زور لگایا تو وہ نیزہ باہر نکلا لیکن آگے سے تھوڑا مڑ گیا۔

یہ نیزہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مانگا تو آپ نے پیش کر دیا پھر حضور کی وفات کے بعد آپ نے لے لیا پھر حضرت ابو بکر صدیق نے مانگا تو آپ نے پیش کر دیا پھر ان کی وفات کے بعد لے لیا پھر حضرت فاروق اعظم نے مانگا اور ان کی وفات کے بعد آپ نے لے لیا، اسی طرح حضرت عثمان اور حضرت علی کے زمانے میں ہوا اور جب آپ شہید ہوئے تو آپ کے خاندان میں رہ گیا۔
(بخاری بہ حوالہ ضیاء النبی، ج3، ص358)

اس نیزے میں کیا خاص تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور پھر خلفائے راشدین نے اسے اہمیت دی تو ظاہر ہے کہ یہ وہ نیزہ نہیں جو گھر میں رکھا ہو بلکہ یہ وہ ہے جس نے میدان میں دشمن کی آنکھیں پھوڑی ہیں۔ آپ اندازہ لگاسکتے ہیں کہ صحابہ کس قدر جنگ اور جنگ کی یادگار کو اہمیت دیتے تھے۔

عبد مصطفی

اسلامی ریاست

اسلامی ریاست کی ضرورت ماں باپ کی طرح ہے۔ جس طرح بغیر ماں باپ کے بچوں کو دنیا کی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں بالکل اسی طرح بغیر اسلامی ریاست کے مسلمانوں کی زندگی یتیموں کی طرح ہو جاتی ہے۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ کہاں کہاں کیا ہو رہا ہے اور یہ کس طرح بتایا جا سکتا ہے کہ اپنے بچوں کو تڑپ تڑپ کر مرتا دیکھ کسی مرد پر کیا گزرتی ہو گی۔ آخر کس طرح اس بچی کے چہرے کا نقشہ بیان کیا جا سکتا ہے جس نے ایک ہی دن میں اپنے ماں باپ اور بھائی سب کو کھو دیا ہو اور لاشوں کے ڈھیر پر بیٹھ کر وہ اپنے چاروں طرف دیکھ رہی ہو۔

ایک ایسا منظر جس میں عورتوں اور مردوں کی تمیز کیے بغیر ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہوں، اسے الفاظ کے ذریعے کیسے بیان کیا جا سکتا ہے۔ ان بے گناہ بچوں کی وکالت کن لفظوں سے کی جائے جنھوں نے ابھی دیکھنا شروع کیا تو اپنوں کی موت دیکھی اور کھیلنے کے لیے بس غم ان کے ہاتھ آیا۔ وہ عورت جس کا شوہر، بھائی اور باپ صرف مسلمان ہونے کی وجہ سے مارا گیا وہ اب اپنے بچوں کو اپنے دامن میں چھپا کر امید بھری نظروں سے ادھر ادھر دیکھتی ہے لیکن کوئی امید نظر نہیں آتی، اسے کس طرح لکھا جا سکتا ہے۔ یہ درد بھری داستانیں ایک ایسی حقیقت ہے جو ہر مسلمان جانتا ہے۔

اگر مسلمانوں کی اپنی ریاست ہوتی تو ان مظلوموں کے دفاع کے لیے کھڑی ہوتی۔ اس ریاست کے سایے میں ہمارے بچوں کا مستقبل جوان ہوتا۔ وہ ریاست ہمارے ماں باپ کے قائم مقام ہوتی جو کسی بھی مصیبت کو ہم تک پہنچنے سے پہلے اپنے اوپر لے لیتی پر افسوس صد افسوس ہمارے اوپر ایسا کوئی ہاتھ نہیں جس کی طرف ہم رجوع کریں۔

کاش کہ اب مائیں پھر سے مجاہدین پیدا کریں، کاش کہ وہ دور پھر لوٹ آئے، کاش کہ ہماری مقدس زمینوں کو ہم تحفظ فراہم کرنے کے قابل ہو جائیں، کاش کہ اپنی ریاست کے قیام کے لیے یہ قوم اٹھ کھڑی ہو جائے...

عبد مصطفی

ملاذکرد ایک یادگار جنگ

ایک بڑی فوج جس میں 35 ہزار سپہ سالار (کمانڈرز) اور کمانڈرز کے ساتھ 2 لاکھ سوار،
اس کے ساتھ 35 ہزار فرنگی،
قسطنطنیہ سے 15 ہزار جنگجو،
1 لاکھ کھدائی کرنے والے،
1 لاکھ دیوار میں شگاف کرنے والے،
چار سو بیل گاڑیوں پر فوجیوں کے ہتھیار اور دیگر سامان،

ایک ایسی منجنیق (پتھر پھینکنے والا آلہ) جسے 1200 لوگ مل کر چلاتے تھے اور کئی قسم کے آلات لے کر شاہ روم رومانوس اس ارادے سے نکلا کہ اسلام اور اہل اسلام کا نام ونشان مٹادوں گا پر اسے کیا خبر تھی کہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر گھومنے والے مسلمان سانس لے رہے ہیں اور جب تک آخری سانس باقی ہے وہ خون کے آخری قطرے تک مقابلہ کریں گے۔
اسے خود پر اتنا بھروسہ تھا کہ جنگ سے پہلے اپنے کمانڈرز کو شہر بانٹ دیے تھے حتی کہ بغداد کو ایک کمانڈر کی جاگیر میں دے دیا تھا۔

اس کافر سے مقابلے کے لیے سلطان الپ ارسلان اپنی فوج کے ساتھ آگے بڑھے جس کی تعداد بیس یا پچیس ہزار تھی!
جب سلطان الپ ارسلان نے ان کی تعداد دیکھی تو تھوڑی دیر کے لیے پریشان ہوئے۔ اس پر ایک عالم دین، فقیہ ابونصر محمد بن عبد الملک بخاری حنفی نے ان کو حوصلہ دیا اور کہا کہ:

سلطان! جمعہ کے دن جنگ کیجیے جب خطبے میں مجاہدین کے لیے دعا کی جا رہی ہو، عین اس وقت دشمن پر حملہ کر دیں! اللہ تعالی فتح عطا فرمائے گا۔

اگر آج کا جمہوریت کا مارا عالم ہوتا تو کہتا کہ سلطان صاحب یہ تو موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اتنے بڑے لشکر سے لڑنے کی ہماری طاقت نہیں لہذا امن، شانتی، حکمت اور مصلحت...

جمعہ کا دن آیا، سلطان الپ ارسلان نے میدان جنگ میں اپنی پیشانی کو رکھا اور اللہ تعالی سے فتح و نصرت کی دعا کی اور پھر اللہ تعالی کی مدد آن پہنچی۔
ہزاروں نے لاکھوں کو دھول چاٹنے پر مجبور کر دیا۔ شاہ روم رومانوس کو گرفتار کر لیا گیا۔

یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی کہ ایک مختصر سے لشکر نے اتنے بڑے لشکر کو دھول چٹا دیا۔ اس واقعے نے رومیوں کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ رومی شہنشاہیت کی بنیادیں ہل گئیں۔ ان علاقوں میں رومیوں کی سلطنت کمزور ہو گئی اور سلجوقی سلطنت کا پرچم بلند ہوا پھر آگے چل کر اس سلطنت کے خاتمے پر سلطنت عثمانیہ کی بنیاد رکھی گئی۔
(تاریخ ابن کثیر، ج12، ص108 و دولت عثمانیہ، ص81)

عبد مصطفی

ہندی مسلمان سمجھیں

ایک شخص نے سوشل میڈیا پر لکھا کہ مسلمانوں کو جنگ کے لیے تیار ہونا چاہیے۔ اس نے کہا کہ علما اور ایسے حضرات جن کی لوگ سنتے ہیں، ان کو آگے آنا چاہیے اور خفیہ طور پر ہتھیار جمع کرنے چاہییں۔ ایک وقت مقرر کرنا چاہیے اور ہر جگہ سے ایک وقت میں جنگ کا اعلان ہونا چاہیے۔ میں مسلمانوں سے گزارش کرتا ہوں کہ ایسی باتوں میں نہ آئیں۔ سوشل میڈیا پر ایسی باتیں شئر نہ کریں۔

اس نے لکھا کہ اگر ہندستان کے تمام علاقوں سے مسلمان بغاوت کے لیے اتر آئیں تو یہ پولیس، فوج اور حکومت کچھ نہیں کر پائے گی۔ ان کے سمجھنے سے پہلے ہی تختہ الٹ دیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ ایسی باتوں سے بچیں۔

اس نے یہ بھی لکھا کہ ہماری تعداد بہت زیادہ ہے اور اگر آدھے کے آدھے مسلمان بھی اتر آئے تو اللہ کی مدد سے ہم اپنی حکومت دیکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس کا کہنا ہے کہ تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو ہزاروں نے لاکھوں کو شکست دی ہے اور جنگ تعداد سے نہیں لڑی جاتی بلکہ حوصلے اور ہمت سے لڑی جاتی ہے۔ میں آپ لوگوں سے گزارش کرتا ہوں کہ ایسی باتوں میں نہ آئیں۔

اس نے یہ تک کہا کہ اگر آج ہم پہل نہیں کرتے تو ویسے بھی ہم پر ظلم کیا جا رہا ہے اور آگے یہ مزید شدت اختیار کر لے گا اور اس وقت ہمارا دماغ کام کرنا بند کر دے گا لہذا موقعے کا فائدہ اٹھا کر اٹھ کھڑے ہونے کی ضرورت ہے۔ مجھے نہیں لگتا کہ آپ ایسی باتوں میں آئیں گے۔

اس نے کہا کہ پولیس، فوج وغیرہ ایک خوف ہے جو ہمارے بیچ پایا جاتا ہے ورنہ ان کو اپنی جان کا ہم سے زیادہ ڈر ہے۔ ایک بار مقابلے کے لیے سامنے آئے تو ان کی پتلون گیلی ہو جائے گی۔ اگر ایک کا کلیجہ نکالا گیا تو باقی سب

کے کلیجے سینے میں سوکھ جائیں گے۔ سب الٹے قدم بھاگنا شروع کر دیں گے۔ جان لو کہ جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا بھی نہیں آتا لہذا تیار ہو جائیں اور عوام میں نمایاں حیثیت رکھنے والے حضرات پیسے جمع کر کے ہتھیار جمع کریں۔ آپ گھر پر بھی دماغ لگا کر ایسے ہتھیار تیار کر سکتے ہیں جو آپ کے علاقے میں گھسنے والے ظالموں کو جہنم کا نظارہ کروا سکتے ہیں مثلاً گُلیل اور دھار والے پتھر سے ہی چاہیں تو کئی لوگ ہلاک ہو سکتے ہیں پھر مال غنیمت کے طور پر ہتھیار مل ہی جائیں گے۔ میں کہتا ہوں ایسی باتوں پر آپ دھیان نہ دیں اور امن بنائے رکھیں۔

اس نے آخر میں لکھا ہے کہ منصوبہ بنایا جائے، ہتھیار جتنے زیادہ ہو سکے جمع کیے جائیں، گھریلو دیسی ہتھیار بنائے جائیں، لڑائی کے پینترے سیکھے جائیں اور اپنی نسلوں کو غلام بننے سے بچانے کے لیے آزادی کی تحریک شروع کی جائے۔ میں کہتا ہوں آپ سمجھیں، آپ سمجھدار ہیں۔ آپ ان شاء اللہ سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

عبد مصطفی

میرا ہاتھ کٹ کر لٹک گیا

جنگ بدر میں حضرت معاذ نے کچھ لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابو جہل تک کوئی نہیں پہنچ سکتا تو آپ نے ٹھان لی کہ اس دشمن اسلام کو جہنم پہنچا کر ہی رہوں گا۔ آپ جنگ میں موقع تلاش کر رہے تھے اور ملتے ہی ابو جہل پر ٹوٹ پڑے۔ آپ نے اپنی لہراتی ہوئی تلوار سے جب وار کیا تو اس کا ایک پیر پنڈلی سے کٹ کر دور جا گرا!

ابو جہل کے بیٹے عکرمہ جو بعد میں ایمان لے آئے تھے انھوں نے آپ کی گردن پر تلوار سے وار کیا تو آپ نے بچنا چاہا لیکن بازو کٹ گیا اور لٹکنے لگا۔ بازو تقریباً کٹ چکا تھا اور چمڑے سے لٹکا ہوا تھا۔ آپ اسی بازو کے ساتھ لڑتے رہے لیکن وہ پریشانی کا سبب بنا ہوا تھا۔ وہ کٹا ہوا ہاتھ پیٹھ پر لٹک رہا تھا اور آپ کافی وقت تک اس سے پریشان رہے پھر آپ نے اسے اپنے پاؤں کے نیچے دبا کر کھینچا تو وہ الگ ہو گیا اور پھر آپ کافروں سے لڑنے میں مشغول ہو گئے۔ اللہ اکبر

یہ تھا صحابہ کرام کا کافروں سے لڑنے کا جذبہ جو ایک ہاتھ کٹ جانے پر بھی ٹھنڈا نہیں ہوتا تھا۔ آج ہمیں بھائی چارے کا بخار چڑھا ہوا ہے کہ اس سے آگے کچھ دکھتا ہی نہیں۔ ہمارے ساتھ مجبوریاں ہیں لیکن یہ ہماری عقل میں زیادہ ہیں اصل میں زیادہ نہیں۔
اگر عقل صحیح ہو تو پھر حالات وغیرہ نہیں دیکھے جاتے، بس اللہ کی مدد پر یقین رکھتے ہوئے میدان میں اتر جاتے ہیں پر یہاں عقل ہی غلام بنی ہوئی ہے تو ہاتھ پاؤں سلامت ہوتے ہوئے بھی ہم لڑ نہیں سکتے۔

عبد مصطفی

مسلمانوں میں بزدلی کیوں؟

سوال ہے کہ مسلمانوں میں بزدلی کیوں ہے ؟

اس کا جواب اگر مختصر الفاظ میں دیا جائے تو یہی ہے کہ "مسلمانوں کے اندر شوق شہادت اور راہ خدا میں قربان ہونے کا جذبہ باقی نہیں رہا اور موت کا خوف اس قدر ہو چکا ہے کہ زندگی بچانے اور زیادہ جینے کی تمنا لیے کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہیں" اور اگر اس کی تفصیل میں جائیں تو بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔

ابو داؤد میں ایک روایت ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ السَّلَامِ، عَنْثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزَعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْوَهْنُ ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ (رقم: 4297)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سوال کیا گیا: کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ تعداد بہت ہو گی لیکن تم سیلاب کی جھاگ کے مانند ہو گے، اللہ تعالی تمھارے دشمن کے سینوں سے تمہارا خوف نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں "وہن" ڈال دے گا تو عرض کی گئی: یارسول اللہ! "وہن" کیا چیز ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے۔"

آج ہماری تعداد تقریباً دنیا کی ایک چوتھائی ہے اور تقریباً 50 ممالک میں ہماری اکثریت ہے اور ملک ہند کو لے لیں تو تقریباً 25 کروڑ مسلمان اس ملک میں رہتے ہیں لیکن پھر بھی جو حالات ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ تاریخ کے اوراق پر ان مسلمانوں کا بھی ذکر موجود ہے جو اگرچہ تعداد میں ہم سے بہت کم تھے اور وسائل کی کمی تھی لیکن بڑے بڑے ظالموں کے سامنے مقابلے کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے اور اللہ تعالی کی طرف سے فتح یاب ہوتے تھے لیکن آج ہماری تعداد صرف سننے دیکھنے کی ہے۔

بزدلی اس قدر ہمارے اندر سرایت کر چکی ہے کہ شعائر اسلام پر کھلے عام حملہ ہوتا دیکھ کر بھی ہم بس افسوس کر کے رہ جاتے ہیں۔ کسی نے کہا تھا کہ "جب کعبے میں شیطان گھس جائے گا تب جاگو گے؟" آج بابری مسجد کا معاملہ ہمارے سامنے ہے، مسجد اقصی پر دشمنوں نے نظریں گاڑ رکھی ہیں، کشمیر اور فلسطین کے مسلمانوں کی تصویریں بھی نظروں سے گزرتی ہیں اور دنیا بھر میں ایسی کئی زمینیں ہیں جہاں مسلمانوں کا خون بہایا جاتا ہے، کئی علاقے ایسے ہیں جن کی فضاؤں میں مظلوموں کی فریاد گونجتی ہے لیکن ہماری کروڑوں کی تعداد صرف تماشائی ہے۔ مسلمانوں کی ایسی کوئی ریاست نہیں جو مظلوموں کا دفاع کرے، کوئی ایسی سلطنت نہیں جس کے سایے تلے ہمارے بچوں کا مستقبل پھل پھول سکے اور کوئی ایسی طاقت نظر نہیں آتی جو مسلمانوں کو ان کا وطن واپس کر سکے۔

ملک ہندستان میں مسلمان جہاد کا نام لینے سے پہلے سوچتے ہیں۔ یہاں ہونے والے اجلاس وغیرہ میں تقریباً تمام موضوعات پر تقاریر ہوتی ہیں لیکن جہاد کی ضرورت و فضیلت پر "جہاد کانفرنس" شاید ہی کہیں دیکھنے کو مل جائے۔ اس کے علاوہ سیکڑوں کی تعداد میں ماہنامے، رسائل اور کتابیں چھپتی ہیں لیکن سب ذکر جہاد سے تقریباً خالی ہیں۔ جمعہ میں ہونے والی تقاریر، محافل میلاد میں ہونے والا بیان اور مختلف مقامات پر ہونے والے خطاب میں ذکر مجاہدین کے علاوہ ہر قسم کا ذکر ملتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ نئی نسل کو بھی وراثت میں بزدلی مل رہی ہے۔

بزدلی پیدا ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ جہاد پر کھل کر بات نہیں ہوتی اور ایسا تاثر دیا جاتا ہے کہ اب جہاد کی ضرورت نہیں رہی۔ مجاہدین اسلام کی سیرت بیان نہیں کی جاتی جس کی وجہ سے نئی نسل بھی اسی بیماری کا شکار ہو جاتی ہیں۔ نوجوانوں سے پوچھ لیا جائے کہ محمد بن قاسم کون تھے تو چہرے پر علم نہ ہونے کا واضح ثبوت دکھنے لگتا ہے، اگر سوال کریں کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کون تھے اور ان کے کارنامے بتائیں تو ایسا لگتا ہے کہ کسی ناممکن بات کا مطالبہ کر لیا ہو اور پھر غازی ارطغرل، غازی عثمان، سلطان الپ ارسلان، سلطان محمد فاتح، سلطان عبد الحمید، شہاب الدین محمد غوری، اورنگ زیب عالمگیر اور جملہ مجاہدین اسلام کے بارے میں پوچھا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ کسی دوسری دنیا کے لوگوں کی بات ہو رہی ہے۔ جب ہمیں اپنی تاریخ، اپنے مجاہدین اور ان کے کارنامے، ان کی شجاعت اور افکار کا علم ہی نہیں تو ظاہر ہے کہ ہم ویسے ہی بنیں گے جیسا بنانے کی کوشش دشمنوں کی طرف سے جاری ہے۔

دشمنوں نے کیا اچھا منصوبہ بنایا ہے کہ مسلمانوں کو غلام بنانے سے پہلے ذہنی غلامی کے کنویں میں دھکیلنا چاہیے اور وہ جانتے ہیں کہ بغیر اس کے مسلمانوں کو ان کے گھٹنوں پر لانا ممکن نہیں۔ آج مسلمان خود اس کنویں کی طرف جا رہے ہیں اور وہ اس طرح کے ہمارے کپڑے، ہماری زبان، ہمارا کھانا، کھانے کا طریقہ اور ہمارے افکار سب ان کے اشاروں پر چلنے والے غلاموں کی طرح ہیں۔ وہ چاہیں تو فیشن کے نام پر ہمیں جو چاہیں پہنا سکتے ہیں، آزادی کے نام پر جو چاہے کروا سکتے ہیں، انسانیت کے نام پر ظالم اور ظلم کا ساتھ دینے والا بنا سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو ہم سے اپنے ہی دین و شریعت کے مقابلے میں کھڑا کر سکتے ہیں۔
دنیا میں جو بھی ہو رہا ہے اس کے پیچھے صدیوں کی سازشیں ہیں لیکن مسلمانوں کے ذہن کو اس قدر غلام بنا لیا گیا ہے کہ وہ اسے دیکھنے سے قاصر ہیں۔ ہم جس بزدلی کی بات کر رہے ہیں اسے مسلمان بزدلی نہیں بلکہ حکمت، مصلحت، دور اندیشی، انسانیت اور امن وغیرہ کا نام دیتے ہیں اور یہی ذہنی غلامی ہے جسے ہم نے بیان کیا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ بزدلی بھی ہے لیکن شعور نہیں رہا اور اسے اچھا بھی سمجھا جاتا ہے۔

مسلم ممالک کو دیکھ کر مسلم ممالک کہتے ہوئے شرم آتی ہے کیوں کہ بزدلی اور ساتھ میں ذہنی غلامی کے آثار صاف نظر آتے ہیں۔ اسلامی حکومت کے تحت فلمیں بنائی جارہی ہیں لیکن کوئی پابندی نہیں ہے، یہ بھی ایک بزدلی ہے جسے حقوق اور آزادی کا نام دیا جاتا ہے۔ سنیما گھروں کی کثرت، بے پردگی کی اجازت اور جوا، شراب، زناوغیرہ کا عام طور پر نظر آنا، یہ سب بھی بزدلی کی ایک قسم ہے۔ اسلامی حکمرانوں کے اندر طاقت نہیں کہ ان چیزوں پر پابندی عائد کر سکے۔ نام تو اسلامی ریاست ہے لیکن مسلمانوں پر ظلم ہوتا دیکھ یہ ریاستیں بھی بزدلی دکھاناشروع کر دیتی ہیں۔

اگر ہم یہ کہیں کہ چھوٹوں سے لے کر بڑوں تک سب بزدلی کی لپیٹ میں ہیں تو کوئی غلط بات نہیں کیوں کہ جن مسلمانوں کے پاس ہتھیار، اقتدار اور طاقت نہیں وہ تو ظاہر ہیں لیکن جن کے پاس یہ سب ہیں وہ بھی ذہنی طور پر غلام ہونے کی وجہ سے بزدل ہیں۔ سب کو موت کا ڈر ہے حالانکہ مر جانے اور مار دینے دونوں میں مسلمانوں کا فائدہ ہے۔ یہ بات سمجھ میں آجائے تو بزدلی دور ہو سکتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تلوار پر لکھا ہوا تھا:

فِی الْجُبنِ عَارٌ ، فِی الْاِقْبَال مَکْرُمَةٌ
وَالْمَرْءُ بِالْجُبنِ لَا یَنْجُوْ مِنَ الْقَدرِ

بزدلی باعثِ شرم ہے، عزت آگے بڑھنے اور دشمن پر حملہ کرنے میں ہے۔
بندہ بزدلی کر کے تقدیر سے کبھی نہیں بچ سکتا۔

(موت ڈرپوک کو بھی آدبوچتی ہے، اور بہادر بھی چلا جاتا ہے؛ کیا ہی اچھا ہو کہ بہادروں کی طرح جان قربان کی جائے!)

(مدارج النبوۃ، ج2، ص116)

علامہ لقمان شاہد حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ ابھی اپنے بیٹے کو مدارج النبوت سے یہ شعر پڑھایا ہے۔
یہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار مبارک پر لکھا ہوا تھا۔
اُسے تلقین کی ہے کہ بیٹا! کبھی ڈرپوک نہیں بننا۔
عزت، بہادری میں ہے، بزدلی میں نہیں؛ مسلمان جراَت مند ہوتا ہے، بزدل نہیں!!

اللہ پاک ہمیں اور ہماری نسلوں کو جراَت عطا فرمائے، ہم اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔
(آمین)

عبد مصطفی

صحابی رسول کی وصیت

جنگ احد میں جاں نثار صحابہ کرام نے کئی قربانیاں دیں۔
مفلسی کا یہ عالم تھا کہ شہداے کرام کے کفن لیے کپڑا ابھی میسر نہ تھا۔
کہیں ایک قبر میں دو شہیدوں کو دفنایا گیا تو کفن تنگ ہونے کی صورت میں کسی کے پیروں کو ڈھکنے کے لیے گھاس ڈال دی گئی۔

اسی جنگ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پیارے چچا، حضرت امیر حمزہ کو شہید کر دیا گیا!
ایک طرف جنگ کا اعلان سن کر اپنی بیوی کو چھوڑ کر جنگ میں شامل ہونے والے کو فرشتوں نے غسل دیا، دوسری طرف کسی نے دونوں ہاتھ کٹ جانے کے بعد بھی اپنے سینے سے پرچم اسلام کو سہارا دیا اور اسے بلند رکھا۔
کہیں کسی کی لاش میں اسی سے زیادہ زخم ملے تو کہیں کسی کے کان ناک وغیرہ کاٹ کر صورت بگاڑ دی گئی۔
کسی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قدموں پر اپنی آخری سانسیں لیں تو کوئی کھجور کھاتے ہوئے جنت کا مہمان ہوا،

کوئی لنگڑاتے ہوئے جنت کی طرف چلا تو کسی نے تیر چلا کر کئی کمانوں کو توڑ دیا،
اسی جنگ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دندان مبارک سے کچھ حصہ جدا ہو گیا اور رخ انور پر زخم آئے۔

اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی صحابہ کرام نے ہمت نہ ہاری اور قدم سے قدم ملا کر کفار سے ٹکراتے رہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اپنی جانیں قربان کرتے گئے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم سے حضرت سعد بن رابعہ کی لاش کی تلاش میں نکلا تو میں نے ان کو نزع کے عالم میں پایا؛ انھوں نے مجھ سے کہا کہ تم رسول اللہ سے میرا سلام عرض کر دینا اور اپنی قوم سے بعد سلام میرا یہ پیغام سنا دینا کہ جب تک تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہے اگر رسول اللہ تک کفار پہنچ گئے تو خدا کے دربار میں تمھارا کوئی عذر بھی قابل قبول نہ ہوگا۔ یہ کہنے کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔

(زرقانی، ج2، ص48 بہ حوالہ سیرت مصطفی، ص278)

ان باتوں کو بیان کرنے کا ایک مقصد تو یہ ہے کہ مسلمان اپنی تاریخ کو جانیں کہ کتنی قربانیوں کے بعد یہ دین ہم تک پہنچا ہے۔ ہمارا بھی فرض بنتا ہے کہ اپنی آنے والی نسلوں کے لیے کچھ کریں تاکہ انھیں دین حق سے جدا نہ کیا جا سکے۔

ہمیں دین حق کے لیے جان دینے سے بھی نہیں ڈرنا چاہیے کیوں کہ اس راہ میں جان دینے سے انسان مرتا نہیں بلکہ شہید ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالی مسلمانوں کو دین پر قربان ہونے کا جذبہ عطا فرمائے۔

عبد مصطفی ریاض قادری

جہاد کا مفہوم اور کافر کی سمجھ

جہاد کا مفہوم کافروں کی سمجھ سے باہر ہے۔ انھیں کسی طرح بھی سمجھایا جائے، ان کی سمجھ میں آنے والا نہیں ہے۔ چاہے انگریزی میں سمجھائیں یا ہندی میں، یہ جہاد کے پاک مفہوم کو کبھی نہیں سمجھیں گے۔ جو کافر مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں، وہ بھی جہاد کو غلط ہی کہتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ جہاد میں لوگوں کا قتل کیا جاتا ہے لہذا یہ صحیح نہیں ہے حالانکہ خود چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کا قتل عام ہو۔ در اصل یہ قتل و جدال کے خلاف نہیں ہے بلکہ ان کو پریشانی اسلام اور اہل ایمان سے ہے۔

دنیا میں کون سی ایسی جگہ ہے، جہاں لڑائی نہیں ہوئی ہے؟ ملک کے لیے جنگ، مال و دولت کے لیے جھگڑا، عورت کے لیے لڑائی، خاندانی دشمنی میں خوں ریزی کے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے لیکن اسلامی جہاد ان سب سے جدا ہے۔ جہاد نام ہے اللہ کی زمین پر اس کے کلمے کے لیے لڑنے کا، کفر و شرک اور فتنوں کو ختم کرنے کا، مظلوموں پر رحم کرنے کا اور ظالموں کو خون کے آنسو رلانے کا نام جہاد ہے لیکن یہ بات کافروں کی سمجھ میں آنے والی نہیں ہے کیوں کہ وہ خود کفر و شرک جیسے عظیم فتنے کو گلے سے لگائے بیٹھے ہیں۔

تاریخ میں ایسی کئی حکومتوں کا ذکر ملتا ہے جنھوں نے انسانوں کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا ہے اور ان کا خون چوسا ہے مگر اسلام ہی وہ فقط نظام ہے جس نے سب کو ان کے حقوق دیے ورنہ آج نہ جانے کتنی قوموں کا نام و نشان تک نہ ہوتا۔ دنیا نے اسلام سے ہی انسانیت سیکھی ہے لیکن یہ بات کافروں کی سمجھ سے باہر ہے۔

عبد مصطفی

ابوبکر بن عفان، عثمانِ فاروق...

جاحظ بیان کرتے ہیں کہ میں واسط گیا اور جمعہ کے دن سب سے پہلے جا کر جامع مسجد میں بیٹھ گیا تو میں نے ایک لمبی داڑھی والا آدمی دیکھا کہ اتنی لمبی داڑھی میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

وہ دوسرے آدمی سے کہہ رہا تھا کہ سنت کو مضبوطی سے پکڑو تا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

اس نے پوچھا کہ وہ سنت کیا ہے؟ تو کہنے لگا کہ وہ سنت ابو بکر بن عفان، عثمان الفاروق، عمر الصدیق، علی ابن ابی سفیان اور معاویہ بن شیبان کے ساتھ محبت ہے۔

اس آدمی سے میں نے پوچھا کہ معاویہ بن شیبان کون ہے؟ تو کہنے لگا کہ یہ حاملین عرش میں سے ایک صالح آدمی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کاتب اور آپ کی بیٹی عائشہ کا شوہر ہونے کی بنا پر آپ کا داماد ہے۔

(لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

(اخبار الحمقی والمغفلین لابن جوزی)

ایسا دین بیان کرنے والے آج بھی نظر آتے ہیں۔ ایک تو غلط بیانی کرتے ہیں اوپر سے اتنے اعتماد (کانفی ڈینس) کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے لیے صحیح معلومات رکھنے والے کو بھی کنفیوز کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالی ہمیں ایسے لوگوں سے بچائے۔

عبد مصطفی

OUR OTHER PAMPHLETS

ABDE MUSTAFA OFFICIAL